اسلامی نظام تحکیم و حَکَم کے احکام اور حَکَم کے دائرہ کارکاتحقیقی جائزہ

مفتی عبدالوارث[[1]](#footnote-1)\*

Abstract:

Islam is one of the most peaceful and most growing religion of the world. It is known to have an abundant and very rich amount of knowledge found in the Qur’an and the teachings of Prophet Muhammad, and as such, this religion has tremendously contributed not only to Muslim societies but also to the West. One aspect of this contribution is Conflict Resolution. One of the primary purpose of Shariyat e Islam is to promote tradition of peace and conflict resolution that comes out of the religion of Islam, which is unknown to many Muslims today; in order to formulate a better understanding of the dynamics of the Qur’an, hadith and other documents of Islam, as they relate to peace and conflict resolution. To introduce the fundamentals of Islam and major concepts of the faith. The teachings of Qur’an and hadith are based on peace and conflict resolution, these divine revelations were applied by Prophet Muhammad and his early followers.

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے جو اعمال محبوب اور جو کام پسند ہیں ان میں ایک’’ صلح صفائی‘‘ ہے۔ ادیان عالم میں صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جو زندگی کے ہرموڑ پر مکمل رہنمائی فرماتا ہے، ذاتی و انفرادی زندگی کے تمام پہلووں کا احاطہ کرتے ہوئے اجتماعی زندگی کی تمام پیچیدگیوں اور الجھنوں کو سلجھاتا ہے، اس کا مؤثراور آسان حل بھی پیش کرتا ہے، مزید یہ کہ اس کا فائدہ محض دنیا تک ہی محدود نہیں رکھتا بل کہ ہمیشہ ہمیش کی کامیابی کے حصول تک مقرر کرتا ہے۔

چونکہ ہر انسان کا مزاج اور طبیعت دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اس لیے اکٹھے رہن سہن، لین دین اور باہمی معاملات و تعلقات میں اکثر اوقات دوسرے کی خلافِ مزاج باتوں سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہ غلط فہمیاں بڑھتے بڑھتے نفرت وعداوت، قطع کلامی و قطع تعلقی، دشمنی ولڑائی جھگڑے، جنگ و جدال، خون خرابے اور قتل وغارت تک جا پہنچتی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرے میں فساد شروع ہو جاتا ہے انسانی نظام زندگی تباہ ہو کر رہ جاتا ہے، حتیٰ کہ خاندانوں کے خاندان اجڑ جاتے ہیں۔ اس موقع پراسلام ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ آئیے ایک نظر دیکھتے ہیں۔

قرآن کریم کے متعدد مقامات پر مصالحت کی اہمیت و ضرورت، اس کی ترغیب اور خاندانی و معاشرتی نظام زندگی میں اس کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے، اسے’’ خیر‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے، اسے ضروری قرار دیا گیا ہے، ایسے لوگوں کی مدح اور تعریف کی گئی ہے جو مصالحت پسند ہوں۔ اس بارے میں قرآن مجیداور چند احادیث مبارکہ سے سبق لیتے ہیں۔ عموماً مختلف مواقع پر صلح صفائی کی نوبت پیش آتی ہے، بطور خاص جماعتوں، قبیلوں کے درمیان، عزیز و اقارب اور رشتہ داروں بالخصوص میاں بیوی کے درمیان وغیرہ۔

قرآن کریم میں ہے:

یایہاالذین اٰمنوا اطیعوااللہ واطیعواالرسول واولی الامرمنکم فان تنازعتم فی شئی فرودوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔ (۱)

’’اے ایما ن والو ! اللہ ، رسول133 اور اپنے حاکموں کی اطاعت کروپس اگر تمھارے درمیان جھگڑا ہوجائے تواس کے تصفیہ کے لیے تم اسے اللہ اور اس کے رسول(کے نائبین) کے پاس لے جاؤ،اگر تم اللہ تعالیٰ ، اس کے رسول اور آخر ت پرایمان و یقین رکھتے ہو۔

اورایک مقام پر ارشاد ہے :

وان خفتم شقاق بینھمافابعثوا حکمامن اہلہ وحکمامن اھلہا۔ (۲)

یعنی اے مسلمانو اگر تم کو اندیشہ ہو کہ خاوند اور عورت میں مخالفت اور ضد ہے وہ اپنے باہمی نزاع کو خود نہ سلجھا سکیں گے تو تم کو چاہیے کہ ایک منصف حَکَم مرد کے اقارب میں سے اور ایک منصف حَکَم عورت کے اقارب میں سے مقرر کر کے بغرض فیصلہ زوجین کے پاس بھیجو۔

اسی طرح خاندانوں اور قبیلوں کے درمیان صلح سے متعلق بہت سارے احادیث ہیں جن میں صلح صفائی کے کردار پرروشنی ڈالی گئی ہیں۔

(۱) عن سہل بن سعد ؓ ان اہل قباء اقتتلوا حتی تراموا بالحجارۃ فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذالک فقال : اذھبوا بنا نصلح بینھم۔ (۳)

حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ اہل قباء کسی معاملے پر باہم جھگڑ پڑے یہاں تک کہ ہاتھا پائی اور ایک دوسرے پر پتھر پھینکنے کی نوبت آ گئی۔ نبی کریم ﷺکو اس کی اطلاع کی گئی تو آپ ﷺنے صحابہ کرام کو فرمایا: ہمارے ساتھ چلو ہم ان کے درمیان ’’صلح صفائی ‘‘کراتے ہیں۔

گروہوں کے درمیان صلح سے متعلق ایک حدیث پاک میں ہے۔

(۲) حدثنا معتمر قال : سمعت ابی ان انسا ؓ قال:قیل للنبی ﷺ: لو اتیت عبد اللہ بن ابی فانطلق الیہ النبی ﷺورکب حمارا فانطلق المسلمون یمشون معہ وھی ارض سبخۃ فلما اتاہ النبی ﷺفقال : الیک عنی واللہ لقد آذانی نتن حمارک فقال رجل من الانصار منھم : واللہ لحمار رسول اللہ ﷺاطیب ریحا منک فغضب لعبد اللہ رجل من قوم فشتمہ فغضب لکل واحد منھما اصحابہ فکان بینھما ضرب بالجرید والایدی والنعال فبلغنا انھا انزلت وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔(۴)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کسی معاملے کے حل کے لیے نبی کریم ﷺسے گزارش کی گئی کہ آپ عبداللہ بن ابی (منافق )کے پاس تشریف لے چلیں، آپ ﷺنے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور ایک دراز گوش (گدھے)پر سوار ہوئے آپ کے ہمراہ چند مسلمان بھی تھے جس طرف آپ جا رہے تھے وہ زمین سیم اورشوروالی تھی جب آپ ﷺوہاں پہنچے تو عبداللہ بن ابی نے آپ ﷺسے کہا کہ مجھ سے ذرا دور رہیں آپ کے گدھے کی بدبو سے مجھ تکلیف ہو رہی ہے(عبداللہ بن ابی کی اس بات کا مقصد آپ ﷺکو کوفت اور تکلیف دینا تھا)چناں چہ انصار مدینہ میں سے ایک شخص نے عبداللہ بن ابی کی اس شرارت کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کی قسم !رسول اللہ ﷺکے گدھے سے آنے والی بو تجھ سے بہت اچھی اور خوشبو دارہے۔ عبداللہ بن ابی کو اس پر غصہ آیا اور اس کی قوم کے ایک شخص نے اس انصاری صحابی کو گالی دی۔ چناں چہ دونوں قوموں کے درمیان لڑائی ہو گئی یہاں تک کہ نوبت ہاتھاپائی پر جا پہنچی۔ چناں چہ اسی موقع پر سورۃ الحجرات کی آیت نازل ہوئی جن کا ترجمہ یہ ہے: اگراہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑجھگڑ پڑیں تو ان کے درمیان ’’صلح صفائی ‘‘کرا دو۔

نوٹ: عبداللہ بن ابی بظاہر خود کو مومن کہتا تھا اس لیے قرآن کریم میں اس کے گروہ کو بھی مومن کہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص مومن نہیں بل کہ پکا منافق تھا۔

(۳) عن اسماء بنت یزیدقالت : قال رسول اللہ ﷺ: " لا یحل الکذب الا فی ثلاث :یحدث الرجل امراتہ لیرضیہا والکذب فی الحرب والکذب لیصلح بین الناس۔ (۵)

حضرت اسماء بنت یزیدؓسے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا: تین مواقع ایسے ہیں جہاں جھوٹ بولنے کی گنجائش موجود ہے، پہلا یہ کہ میاں بیوی کے درمیان صلح کے وقت، دوسراجنگ میں اورتیسرا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے۔

(۴) عن ابی الدرداء قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہوسلم : " الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصلاۃ والصدقۃ ؟ " قالوا : بلی قال : " صلاح ذات البین فان فساد ذات البین ھی الحالقۃ(۶)

حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا: کیا میں تمھیں ایسی چیز کے بارے میں نہ بتاؤں جودرجہ میں(نفلی) روزے( نفلی) نماز اور (نفلی) صدقے سے بھی زیادہ فضیلت والی ہے۔ صحابہ کرامؓم نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتایئے! آپ ﷺنے فرمایا: وہ لوگوں کے درمیان ’’صلح صفائی‘‘ کرانا ہے۔ اس لیے کہ باہمی ناچاقی اور پھوٹ دین کو ختم کرنے والی چیز ہے۔

(۵) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہﷺقال : " تفتح ابواب الجنۃ یوم الاثنین والخمیس فیغفر فیھما لمن لا یشرک باللہ شیئاالا المتجھرین یقال رودوا ھذین حتیٰ یصطلحا۔ (۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا: جنت کے دروازے سوموار اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں ان دو دنوں کے اندر لوگوں کی مغفرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے لیکن مشرک آدمی اور باہمی عدوات رکھنے والوں کی مغفرت نہیں کی جاتی۔(فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ ) انھیں دیکھتے رہو! نہیں مہلت دو یہاں تک کہ وہ دونوں آپس میں ’’صلح صفائی ‘‘کر لیں۔

التحکیم

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

سماجی زندگی میں انسان دو طرح کے حالات سے گزرتاہے۔انفرادی اور اجتماعی۔ انفرادی زندگی سے کہیں زیادہ اس کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہوتاہے؛ بل کہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وہ اسی اجتماعیت سے وابستہ رہتا ہے؛ چوں کہ قدرت نے انسان کی فطرت اورمزاج میں تلون رکھا ہے؛ اس لیے انسان کی زندگی میں اختلاف کا پایا جانا نا گزیر ہے۔یہ اختلاف بعض دفعہ نزاع کی شکل اختیار کر لیتاہے۔اور دو انسان آپس میں دست وگریبان تک ہوجاتے ہیں۔یہ صورتِ حال ایک شریف آدمی کے مزاج کے خلاف ہے،۔ظاہر ہے کہ اس طرح کے اختلافات کو ختم کر نے کے لیے کسی تیسری چیز کو معیار اور صواب و خطا کے لیے میزان بنانا پڑے گا؛اسی لیے دنیا کی ہر قوم اورہر مذہب میں باہمی اختلافات سے نمٹنے اور مسائل کو حل کر نے کے لیے کسی نہ کسی شکل میں قانون موجود رہاہے؛چناں چہ شریعتِ محمدی میں بھی ہر قسم کے اختلافات سے نمٹنے کے لیے ایک مضبوط اورپائیدار قانون موجودہے ،جس سے انسان آسانی سے اپنے تنازعات کو حل کر سکتاہے۔اس کام کوجو انجام دے اسے قاضی ،حَکَم اورمنصف کہتے ہیں اور وہ جگہ جہاں باہمی تنازعات میں اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ دیا جائے اسے دارالقضاء ،دارالتحکیم یا شرعی عدالت کہتے ہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کویہ حکم دیاہے کہ وہ اپنے جھگڑوں کوقرآن وسنت کے مطابق حل کریں۔ چنانطہ قرآن کریم میں ارشادباری تعالیٰ ہے:

یایہاالذین اٰمنوا اطیعوااللہ واطیعواالرسول واولی الامرمنکم فان تنازعتم فی شئی فرودوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔ (۸)

’’اے ایما ن والو ! اللہ ، رسول133 اور اپنے حاکموں کی اطاعت کروپس اگر تمھارے درمیان جھگڑا ہوجائے تواس کے تصفیہ کے لیے تم اسے اللہ اور اس کے رسول(کے نائبین) کے پاس لے جاؤ،اگر تم اللہ تعالیٰ ، اس کے رسول اور آخر ت پرایمان و یقین رکھتے ہو۔

اور حدیث میں ہے:

عن علی قال : قال لی رسول اللہ ﷺ: " اذا تقاضی الیک رجلان فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الآخر فسوف تدری کیف تقضی۔ (۹)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے مجھ سے فرمایا : اے علی جب تمھارے پاس دو آدمیوں کامعا ملہ آئے تو جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو کوئی فیصلہ نہ کرو۔

یعنی اس حدیث میں نبی اکرم ﷺنے قاضیوں کے لیے ایک رہنما اصول بتادیاکہ جب تک فریقِ ثانی سے

رجوع نہ کرلو، اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ دو؛ چناں چہ اسلامی ریاست کے دارالقضاؤں میں اسی اصول پر عمل د رآمدہوتاہے۔ دارالقضاء سے حصولِ فیصلہ کے لیے دعویٰ اور اپنے حق کی حصولیابی کی درخواست قاضیِ شریعت سے کرنا ضروری ہے۔ درخواست آنے کے بعد فریقِ ثانی سے اسی تعلق سے جواب طلب کیا جاتاہے، پھر کوئی تاریخ متعین کرکے دونوں فریق کوروبرو بٹھاکر ہر ایک کی بات سنی جاتی ہے۔اس کے بعدشریعت کے مطابق حتی الامکان صلح کی کوشش کی جاتی ہے ، صلح ممکن نہ ہونے کی صورت میں شرعی فیصلہ سے ہر فریق کو آگاہ کر دیاجاتاہے۔

عالمی سطح پر ادیان عالم میں سے اسلام ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ایک قابل عمل اور فلاح وبہبودپر مبنی ،کامیابی اور کامرانی پر مشتمل ضابطہ حیات رکھتا ہے۔شریعت مطہرہ انسانیت کی عموماًاور مسلمانو ں کی خصوصاًزندگی کی ہر موڑ پربحیثیت مذہب راہنمائی اور راہبری کرتی ہے۔دین اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس میں بیت الخلاء سے لیکر بیت اللہ تک،مہد سے لیکر لحد تک اور گود سے لےکر گور تک تمام ضروری ہدایات ،اصول،قواعد اور ضوابط موجود ہیں۔معاشرتی زندگی گزارنے،باہمی میل جول،رہن سہن،بودوباش،طرززندگی ،تہذیب وتمدن الغرض اسلام نے معاشرہ کی ہر دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کرتمام معاملات میں واضح تعلیمات دی ہیں۔

اسلام کی ان خوبصورت تعلیما ت میں سے ایک نظام تحکیم بھی ہے۔معاشی اور معاشرتی ضروریات کے تحت انسانوں کا باہمی میل جول،تعلق اور لین دین ایک فطری امر ہے۔اور لین دین وتعلق میں فریقین کا کسی بات پر الجھ جانابھی انسانی فطرت کا تقاضہ ہے۔الجھنے کی صورت میں کبھی معاملہ جنگ وجدال اور فساد تک پہنچ جاتا ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے فریقین کو ان کا جائز حق دلانے کے لیے قضاء،تحکیم اور صلح وغیرہ کا انتظام کیاہے۔

لہذا کسی بھی سماج میں اختلاف اور نزاع فطری بات ہے، ایسے معاملات کو حل کرنے کے لیے لوگ خاندان اور سماج کے تجربہ کار بزرگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے فیصلہ کومانتے ہیں، یہ اختلاف ذرا بڑا ہو، تو اکثر وبیشتر حضرات خاندان اور سماج کے بزرگوں کے بجائے حکومت کی عدالتوں میں جاتے ہیں، صرف اس لیے کہ عدالتیں اپنے فیصلہ کو نافذ کرانے کے لیے پولیس کی طاقت اورحکومت کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ اسی طاقت اور صلاحیت کے لیے قانون اسلامی کی اصطلاح میں قوت نافذہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یہ قوت نافذہ یا پولیس کی طاقت اور حکومت کی صلاحیت ’’فیصلہ‘‘ کا حصہ نہیں ہے، فیصلہ کا مطلب ہے قانون کے مطابق حق اور سچ کا اظہار۔ کسی بھی معاملہ میں سچ کو جھوٹ سے الگ کرنا، دعویٰ اور دلیل کی مطابقت دیکھنا، شہادتوں کا جائزہ لینا، فیصلہ کرنے والے کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

فیصلہ کرنے والوں کی فطری صلاحیت، علمی لیاقت اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی قوت یکساں نہیں ہوتی، جیسے جیسےوقت گذرتا جارہا ہے، فیصلہ کرنے والوں کی غیر جانبداری بھی مشتبہ ہوتی جارہی ہے، یہ غیرجانبداری فیصلہ کرنے والے کے لیے بہت اہم ضرورت اور بڑی قیمتی صفت ہے۔ اسلامی قانون کی زبان میں فیصلہ کرنے والے کے لیے ’’عدالت‘‘ کی شرط بھی ہے، جس کے دائرہ میں غیرجانبداری بھی آتی ہے۔ حکومت کی عدالتوں میں فیصلہ کرنے والوں کے لیے بھی یہ شرط موجود ہے،اور ججوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ وطن سے محبت اور قانون کے احترام کے جذبہ کے تحت غیر جانبدار رہیں گے، اور ایسا فیصلہ کریں گے، جو ان کی لیاقت، قابلیت اور شہادت کے لحاظ سے درست ہو۔ ان فیصلوں میں سچ کی حمایت اورحق کا اظہار ہوگا، غیر جانبداری اور دیانتداری ہر حال میں برقرار رہے گی۔

ہماری عدالتوں میں انصاف کی حالت زار:

یہ بھی واقعہ ہے کہ ہماری عدالتوں میں انصاف بہت دیر سے ملا کرتاہے اورانصاف تک پہنچنے کے مرحلے بہت گراں ہوگئے ہیں، عدالتوں پر کاموں کا بوجھ روز بروز بڑھتا جارہا ہے ، اور وکلاء کی فیس بڑے شہروں میں رہنے اور مقدمہ کی پیروی کے لیے ہونے والے گرانبار اخراجات بعض دفعہ کمزور حقداروں کو حق سے دستبردار ہونے اور تھک کر گھر بیٹھ جانے پر بھی مجبور کردیتے ہیں۔

عدالتوں میں وکیلوں کی فیس لاکھ دو لاکھ روپے عام بات ہے، پھر وکلاء کی باہمی ملی جلی تدبیروں اور دیر سے فیصلہ کرانے کی تکنیک کی وجہ سے بھی فیصلوں میں بہت دیر لگ جاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے کورٹس کا یہ بھی ریکارڈ ہے کہ ایک مقدمہ کا فیصلہ۸۰ سال پر ہوا، جب کہ مدعی اور مدعاعلیہ کی کئی پشتیں ختم ہوگئیں،اس دوران ملک غلامی سے آزاد ہوا اور حکومتوں پر حکومتیں بدلتی رہیں، جج آتے اور جاتے رہے۔ فیصلہ ٹلتا رہا اور جب آخری فیصلہ ہوا تو ۸۰ سال گذرچکے تھے، حکومت اور عدالتوں کو بھی اس ’’تاخیر‘‘ کا پورا احساس ہے،اس لیے ہر سطح پر ججوں کی تعداد بڑھائی جارہی ہے، اس طرح عدلیہ کو چست درست بنانے اور جلد انصاف دلانے کا جذبہ اور عمل جاری ہے۔

لیکن ان سب اقدامات کے باوجودعدالتوں میں پھر بھی فیصلہ میں بڑا وقت لگ جاتاہے، میرے علم میں ایک پڑھے لکھے گھرانہ کا عائلی مقدمہ ہے، جن میں بیوی اور شوہر دونوں معیاری تعلیم یافتہ تھے اور شادی کورٹ سے رجسٹرڈ کرائی گئی تھی، دواولاد بھی ہوئی، مگر علیحدگی کی ضرورت پڑگئی، طلاق کا اختیار کورٹ کو تھا۔معاملہ زیریں عدالت میں پہنچا تو بات علیحدگی سے زیادہ اسباب علیحدگی کی آگئی، پھر گھر کے قضیے عدالت میں بیان ہوئے اور اندرونی جھگڑوں نے عدالت میں رگڑے کی شکل لی اور ایسی بحثیں ہوئی، کہ اللہ کی پناہ۔ قریباً تیرہ سال بعد نچلی عدالت سے فیصلہ ہوا تو معاملہ اوپر کی عدالت میں لے جایا گیا، پھر تاریخ پہ تاریخیں!

ملکی عدالتوں میں زیر التوامقدمات کی تعداد:

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس میں مقدمات کا بوجھ اتنا بڑھ چکا ہے کہ لاکھوں مقدمات برسوں سے فیصلہ کے انتظار میں ہیں اور چند سال پیشتر کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ان عدالتوں میں تقریباً پندرہ لاکھ سے زیادہ مقدمات پینڈنگ میں ہیں۔

خود سپریم کورٹ میں جتنے مقدمات زیر سماعت یا زیر فیصلہ ہیں، وہ کافی زیادہ ہیں جب کہ انصاف کا تقاضہ ہے کہ سپریم کورٹ کی رفتار کم از کم سو فی صد تیز کی جائے، تاکہ روزانہ جتنے مقدمات سپریم کورٹ میں آرہے ہیں، کم ازکم روز اتنے ہی مقدمات فیصل ہوتے رہیں، پھر بھی جومقدمات پینڈنگ میں ہیں ان کے فیصلہ کی راہ نکالنا سپریم کورٹ اورحکومت کی ذمہ داری ہے۔

لاکھوں مقدمات اگر زیر التوا ہیں تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کتنے خاندان اذیت میں ہوں گے۔اگر کوئی شخص مقدمہ دائر کرتا ہے تو ظاہر سی بات ہے کہ دوسرا شخص بھی اس کے ساتھ نتھی ہوتا ہے، پھر گواہان کو شامل کر لیا جائے تو ایک مقدمے سے کئی افراد منسلک ہوجائیں گے، یوں ایک مقدمے میں کئی خاندان پریشانی سے دوچار ہوجاتے ہیں،لاکھوں مقدمات میں کتنے خاندان پریشان ہوتے ہیں، ان کا تخمینہ لگانا خاصا مشکل کام ہے۔ لاکھوں مقدمات نمٹانے کے لیے ججز کی تعداد میں اضافہ بھی کر دیا جائے تو بھی معاملہ حل نہیں ہو سکے گا۔وطن عزیزپاکستان میں فیصلے کرنے اورانصاف پانے کے بہت سے طریقے ہیں، جن میں بہت سارے سرکاری ہیں اور اچھی خاصی تعداد غیرسرکاری کی بھی ہے، یہ غیرسرکاری عدالتیں یا پنچایتیں بھی انصاف کرتی ہیں اور لوگ ان کے فیصلوں کو رضاکارانہ طور پرقبول کرتے ہیں، سرکاری عدالتیں نہیں سمجھتیں اور نہ حکومت یہ مانتی ہے کہ یہ پنچایتیں یا عدالتیں سرکاری عدالتوں کے متوازی ہیں، یا ان کی وجہ سے اسٹیٹ اندراسٹیٹ کی صورت پیدا ہورہی ہے، پورے ملک میں پھیلی چھوٹی چھوٹی پنچایتیں سرکاری عدالتوں کے بوجھ کو ہلکا اور کام کو آسان کرتی ہیں۔ پھر آربٹریشن ایکٹ Act Arbitrationخود غیرسرکاری طریقہ فیصلہ کی ہمت افزائی کرتا ہے اور ثالثی کے ذریعہ آسانی کے ساتھ انصاف پانے کی راہ کو قانونی تحفظ دیتا ہے۔

مذکورہ مسائل کا آسان حل :

ان شکلوں کی موجودگی میں گھریلو امور کے حل اور عائلی اختلافات کو دور کرنے اور مسلمانوں میں شریعت کے مطابق فیصلہ پانے کے لیے دارالتحکیم (مصالحتی کونسل)کے نظم کو قائم کرنا مفید ہے اور اسے پھیلانا سماجی برائی کو دور کرنے کا ذریعہ ہے اور نہ صرف آربٹریشن ایکٹ کے پیش نظردارالتحکیم (مصالحتی کونسل) کو ایک مفید سماجی سسٹم ماننا چاہیے۔بل کہ حکومت کے طرز عمل ’’آسان فیصلہ اور جلد فیصلہ‘‘ کے زاویہ نظر سے اسے دیکھنا چاہیے۔ دارالتحکیم (مصالحتی کونسل) کے قاضی اگر شرعی علم، اصولِ شہادت اور رفع نزاع کے ماہر اور تربیت یافتہ ہو، تووہ دیانت اور عدالت کے تقاضوں کوبھی پورا کریں گے اور تصفیہ کے کام کو خدا کی رضا اور باہمی جھگڑوں کو مٹانے کے جذبہ سے کیا کریں گے۔

مصالحتی اداروں کی ضرورت اور اہمیت:

مصالحتی اداروں کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو لاکھوں کیسز عدالتوں میں زیر التوا ہیں ان میں اکثریت ایسے کیسز کی ہو گی جو ذاتی خاندانی ملکیتی اور خاندانی دشمنیوں کے مرہون منت ہوں گے۔ اگر مصالحتی اداروں کو فعال بنایا گیا تو بلاشبہ وہ تمام تنازعات جنھیں ہم تنازعات نہیں بل کہ اختلافات کہہ سکتے ہیں جن کی نوعیت سنگین نہیں ہوتی مصالحتی اداروں میں آسانی سے حل ہو سکتے ہیں۔

غرض یہ کہ اسلامی قانون قضاء اور مروَّج عدالتی قانون کے ہوتے ہوئے بھی بسا اوقات ایسے حالت پیدا ہو جاتے ہیں کہ متخاصمین کسی قاضی یا عدالت کے بجاے اپنا فیصلہ کسی بااثر شخصیت اور ثالث کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں، اس لیے کہ کبھی توعدالت تک عام رسائی ممکن نہیں ہوتی،کبھی عدالتی چارہ جوئی میں وقت اور پیسے کے ضیاع کا خطرہ ہوتا ہے اور کبھی عدالت اور وکالت میں رشوت اور سفارش کا اندیشہ ہوتا ہے ان وجوہ کی بنا پرمتخاصمین علاقائی اقداروروایات کو سامنے رکھ کرکسی دانشمند اور زیرک شخص سے اپنا فیصلہ کروا لیتے ہیں۔عام طور پر یہ زیادہ آسانی سے نافذ العمل اور سستا طریقہ ہے۔

تحکیم(ثالثی) کی بہت ساری خوبیاں ہیں۔ذیل میں چند خوبیاں تحریر کرتا ہوں۔

تحکیم یعنی مصالحتی نظام کی خوبیاں:

اخراجات بہت کم، بل کہ نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔

اس کا طریقہ کار بہت سہل ،بااخلاق اور معیاری ہوتا ہے۔

تمام معلومات خفیہ رہتی ہیں اور کاروباری راز محفوظ رہتے ہیں۔

آپس کے تعلقات متاثر نہیں ہوتے اور دوستی برقرار رہتی ہے۔

تمام کاروباری روایات اور اخلاقیات کا خیال رکھا جاتا ہے۔

مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہوجاتا ہے۔

بہت کم وقت میں مسئلہ حل ہوجاتا۔

اس عمل سے جہاں امن قائم ہوتا ہے وہاں اللہ پاک کی رضا اور خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے۔

عوام کا وقت اور پیسہ ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے۔

اس نظام میں عوام کو سستا اور فوری انصاف مل جاتاہے۔

بہت سے معاملات میں ثالثی نظام عدلیہ کاہاتھ بٹانے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

مصالحتی نظام سے انسانیت کی خدمت کا فائدہ پولیس اور عوام کو یکساں ہوتا ہے۔

اس کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ عام عدالتوں کے برعکس اس میں فریقین اپنا مؤقف بلا جھجک بالکل واضح انداز میں بیان کرلیتے ہیں جس کے نتیجے میں ہونے والا فیصلہ یقیناً اطمینان بخش ہوتا ہے۔مختصراً یہ ہے کہ وفیہا ماٰرب اُخریٰ

تحکیم کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق:

تحکیم لغت میں حکمہ فی الامر والشئی کا مصدر ہے۔یعنی فلاں نے فلاں کوحَکَم بنایا اور فیصلہ اس کے سپرد کیا۔قرآن کریم میں ہے :

﴿فلا وربک لایؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم﴾ (۱۰)

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے ، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔

اور کہا جاتا ہے ، حکَّمہ بینھم یعنی فلاں کو یہ حکم دیا گیاکہ وہ فلاں فلاں کے درمیاں فیصلہ کرے۔

اوریہ بھی کہا جاتا ہے کہ تحکیم باب تفعیل سے مصدر ہے۔تحکیم کا لغوی معنی ہے محاکمہ،مرافعہ اور مخاصمہ، یعنی بات کو قاضی کی عدالت تک لے جانااورفیصلہ طلب کرنا۔فیصلہ کرنے اورکسی ثالث کو فیصلہ کرنے کا اختیار ینے کوبھی تحکیم کہتے ہیں۔ (۱۱)

اور اصطلاح شرع میں تحکیم کا معنی ہے:

تولیۃ الخصمین حاکماًیحکم بینھما۔ (۱۲)

یعنی فریقین کا باہمی نزاع ختم کرنے کی غرض سے کسی شخص یا جماعت کوثالث بناناتاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرلے۔بعض حضرات نے یوں تعریف کی ہیں۔

التحکیم جعل احد حکماًورضا الفریقین بہ لان یحکم بینھما۔(۱۳)

یعنی فریقین کا کسی فرد یا جماعت کواپنے باہمی نزاع میں حَکَم اور ثالث قرار دینااور ہر دوفریق کا اس فر دیا جماعت پراس مقصد سے متفق اور راضی ہو جاناکہ وہ فرد یا جماعت ان کے باہمی جھگڑے کا فیصلہ کر دے۔تحکیم ہے۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے ،تحکیم یہ ہے کہ فریقین اپنے جھگڑے اور دعویٰ میں فیصلہ کے لیے باہمی رضامندی سے کسی کو حَکَم مقرر کرلیں۔ (۱۴)

تحکیم کا ثبوت قرآن سے:

قرآن کریم کے اندر تحکیم کا تذکرہ آیا ہے۔ تحکیم کے معنی ہیں: حَکَم اور فیصل ماننا یا بنانا۔ یعنی میاں بیوی کا اپنے معاملہ کے تصفیہ اور حل کے لیے اور اپنے آپسی تنازع کو سلجھانے کی خاطر کسی کو فیصل مان کر اس کے فیصلہ کے مطابق عمل کرنا۔

آیت کریمہ: ’’فابعثوا حکمامن اہلہ وحکمامن اھلہا‘‘ (۱۵)یعنی اے مسلمانو اگر تم کو اندیشہ ہو کہ خاوند اور عورت میں مخالفت اور ضد ہے وہ اپنے باہمی نزاع کو خود نہ سلجھا سکیں گے تو تم کو چاہیے کہ ایک منصف حَکَم مرد کے اقارب میں سے اور ایک منصف حَکَم عورت کیاقارب میں سے مقرر کر کے بغرض فیصلہ زوجین کے پاس بھیجو کیوں کہ اقارب کو ان کے حالات بھی زیادہ معلوم ہونگے اور ان سے خیرخواہی کی بھی زیادہ امید ہے۔ یہ دونوں منصف احوال کی تحقیق کریں گے اور جس کا جتنا قصور دیکھیں گے اس کو سمجھا کر باہم موافقت کرادیں گے۔خلاصہ یہ کہ جب میاں بیوی میں نزاع اور جھگڑا پیدا ہوجائے تو دونوں خاندان والوں کو چا ہیے کہ ایک ایک حکم (فیصل) مقرر کرلیں جو ان دونوں کے معاملہ کو افہام وتفہیم کے ذریعہ حل کرے اس آیت مبارکہ میں تحکیم کی حیثیت جواز اور استحباب کی ہے، واجب اور لازم نہیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں یہ آیت تحکیم کے ثبوت پر دلیل ہے۔ (۱۶)

تحکیم کا ثبوت حدیث سے:

قبیلہ بنوقریظہ کے یہودی جب حضرت سعد بن معاذؓ کی تحکیم پر آمادہ اور ان کے فیصلہ کو تسلیم کرنے پر راضی ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ ؓکے حَکَم بنائے جانے پر رضامندی ظاہر فرمائی۔چناں چہ حدیث میں آتاہے کہ جب بنوقریظہ پرمحاصرہ سخت ہو گیا اور مصیبت بڑھ گئی تو ان کو پیغام بھیجا کہ تم رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ قبول کرتے ہوئے نیچے اتر آؤ۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ ہم سعد بن معاذؓ کے فیصلے کو قبول کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا مطالبہ منظور کر لیا۔ چناں چہ حضرت سعد بن معاذ ؓکو ان کی بیماری کے باعث گدھے پر سوار کرا کے لایا گیا۔ ان کے گرد و پیش قوم کا ہجوم تھا جو سفارش کر رہے تھے۔

اے ابو عمرو! وہ آپ کے دوست اور حلیف ہیں اور سخت مصیبت زدہ اور ناگفتہ بہ حالت میں ہیں۔ حضرت سعدؓ سن رہے تھے اور ان کی بات کو کچھ اہمیت نہ دے رہے تھے۔ چلتے چلتے اپنے محلے میں آئے تو ان سے مخاطب ہوئے :

اب وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور سرزنش کی پرواہ نہ کروں۔

پھر حضرت سعد ؓ نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا :

میرا ان کے بارے میں فیصلہ یہ ہے۔کہ ان کے جنگجو مرد قتل کر دیئے جائیں۔اور بال بچوں کو قید کر لیا جائے۔اور مال و متاع تقسیم کر دیا جائے۔یہ فیصلہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کا سات آسمان کے اوپر سے جو فیصلہ تھا، تم نے اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ چناں چہ بنی قریظہ کے سارے جنگجو مرد قتل کر دیئے گئے جن کی تعداد مختلف روایات میں سات سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ (۱۷)

محدثین اور فقہا کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تحکیم کے جواز پر واضح دلیل ہے۔کیوں کہ رسول اللہ ﷺنے نبی ہونے کے باوجود غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان حضرت سعد ابن معاذؓ کو حَکَم بنایا۔

ایک اور حدیث ہے کہ ابو شریح ہانی بن یزیدؓ اپنی قوم کا ایک وفد لےکر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔تو رسول اللہ ﷺ نے سناکہ ان کی قوم کے لوگ انھیں ان کی کنیت ابو الحکم سے پکار رہے ہیں تورسول اللہ ﷺ نے ان سے کہاحَکَم تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کو حکم کا حق ہے تو آپ کی کنیت ابو الحکم کیوں ہے؟اس پر انھوں نے کہاجب کسی معاملہ میں میری قوم میں اختلاف ہوتا ہے تووہ میرے پاس آتے ہیں۔اور میں ان کے درمیان فیصلہ کردیتا ہوں جس پر دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں،اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔مااحسن ھذاکہ یہ بہت اچھی بات ہے۔ (۱۸)

اس حدیث سے بھی تحکیم کا ثبوت ملتا ہے۔

تحکیم کاثبوت اجماع صحابہؓ سے:

اجماع سے تحکیم کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابی ابن کعبؓ کے درمیان کھجور کے درختوں کے سلسلے میں نزاع تھی تو انھوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو درمیان میں حَکَم بنایا۔ (۱۹)

نیزحضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ نے حضرت جبیر بن مطعمؓ کوحَکَم بنایاحالانکہ حضرت جبیرؓ اس وقت قاضی نہیں تھے۔(۲۰)

اور اس طرح کے معاملات کبار صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ پیش آئے۔جن پر کسی نے نکیر نہیں کی،لہذا یہ اجماع ہوا۔(۲۱)

تحکیم کا ثبوت فقہاء کرام سے:

فقہا کرام نے نزاعات کے حل کے سلسلہ میں تحکیم کو ایک مستقل طریقہ مانتے ہوئے اس کے اصول و ضوابط اور حدود و شرائط مقرر کیے گئے ہیں،اورفقہا کی کتابوں میں تحکیم کے حوالے سے مستقل ابواب تحکیم کے نام سے

موجود ہیں۔اور اس کو مستحسن امر قرار دیا گیا ہیں۔ (۲۲)

تحکیم کی شرعی حیثیت :

اس پُرفتن دور میں جہاں گھرگھر قسم قسم جھگڑے چل رہے ہیں۔تو اصولاًتحکیم ایک بہت اچھا اور مفید کام ہے۔ثالثی اور تحکیم کے غیر رسمی اداروں کی قانونی طور پر بھی پوری گنجائش ہے اور شرعی وفقہی طور پر بھی۔اور معاشرے میں اس کی ضرورت بھی محسوس کی جا رہی ہے۔ موجودہ دور میں تحکیم اورثالثی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایاجاسکتاہے کہ اگرتحکیم اور ثالثی کے نظام کوباقاعدہ ترویج دیجائے تواس سے نہ صرف یہ کہ عدالتوں سے مقدمات کا بوجھ کم کرنے میں مدد ملے گی، بل کہ تنازعات کو عدالت میں لے جانے سے معاشرتی سطح پر جو رنجشیں اور شکایتیں جڑ پکڑتی ہیں، ان کا بھی مداوا ہو سکے گا۔

قرآن کریم کے اندر بھی تحکیم کا باقاعدہ تذکرہ آیا ہے۔ تحکیم کے معنی ہیں: حَکَم اور فیصل ماننا یا بنانا۔

آیت کریمہ: ’’فابعثوا حکمامن اہلہ وحکمامن اھلہا‘‘۔ (۲۳)

(یعنی جب میاں بیوی میں نزاع اور جھگڑا پیدا ہوجائے تو دونوں خاندان والوں کو چا ہیے کہ ایک ایک حکم (فیصل) مقرر کرلیں جو ان دونوں کے معاملہ کو افہام وتفہیم کے ذریعہ حل کرے)۔

یعنی اللہ تعالی نے میاں بیوی کا اپنے معاملہ کے تصفیہ اور حل کے لیے اور اپنے آپسی تنازع کو سلجھانے کی خاطر کسی کو فیصل مان کر اس کے فیصلہ کے مطابق عمل کرنے کاحکم دیا ہے۔

اسلامی قانونی روایت میں اسی لیے ہمیشہ غیر رسمی ثالثی کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔یہاں تک کے حضرت عمرؓ نے تو باقاعدہ اپنے قاضیوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ خود کسی مقدمے کا فیصلہ کرنے سے پہلے فریقین کو باہم صلح صفائی کر لینے کی ترغیب دیں۔

کیوں کہ عدالتی فیصلے سے یقیناًایک فریق ناخوش ہوگا اور اس کے معاشرتی تعلقات دوسرے فریق کے ساتھ مستقل طور پر کشیدہ ہو جائیں گے۔ مزید برآں اگر اس سلسلے میں علما اور اہل مذہب کردار ادا کریں تو ان کے اخلاق وکردار پر اعتماد کی بدولت نہ صرف ایسے تصفیوں کو عوام میں بہ نظر احترام دیکھا جائے گا بل کہ اہل مذہب بھی اپنی معاشرتی حیثیت اور اعتماد واحترام کو معاشرے کی خدمت اور تعمیر کے لیے استعمال کر سکیں گے۔

تحکیم کے شرائط وارکان:

تحکیم کی صحت کے لیے بعض شرائط تو فریقین سے متعلق ہیں ،بعض بذات خود حَکَم کے لیے ہیں،اور بعض محکوم بہ یعنی فیصلے کے لیے ہیں۔سب کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

فریقین کے لیے شرائط اوربنیادی احکام:

(۱) فریقین صاحب عقل وتمیز ہوں، اگر چہ غلام یا کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ (۲۴)

(۲) فریقین میں سے ہرایک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی رضامندی سے حَکَم کوفیصلہ کرنے کاحق دے۔ (۲۵)

(۳) وکیل موٗکل کی اجازت کے بغیر کسی کوحَکَم نہیں بناسکتا۔

(۴) بچہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کسی کوحَکَم نہیں بناسکتا۔

(۵) مضارب ربُّ المال کی اجازت کے بغیر کسی کوحَکَم نہیں بناسکتا۔

(۶) اسی طرح ولی ،وصی ،اور محجور مفلس شخص کی تحکیم بھی درست نہیں ہو گی،اگرچہ اس سے بچے یا قرض خواہوں کا نقصان ہو۔ (۲۶)

حَکَم کے لیے شرائط اوربنیادی احکام:

(۱) حَکَم قاضی بننے کا اہل ہو،یعنی اہل شہادت میں سے ہو۔

(۲) یہ اہلیت تحکیم کے وقت سے لے کرفیصلہ کرنے تک ضروری ہے۔ (۲۷)

(۳) اگر فریقین دونوں مسلمان ہوں یا ان میں سے کوئی ایک مسلم ہوتو حَکَم کامسلمان ہونا ضروری ہے۔

(۴) ذمیوں کے مابین فیصلہ کرنے کے لیے ذمی کا حکم بننا ضروری ہے۔ (۲۸)

(۵) حَکَم معلوم اور متعین ہو۔ (۲۹)

(۶) حَکَم کے لیے مرد ہونا ضروری نہیں عورت بھی حَکَم بن سکتی ہے۔ (۲۹)

(۷) اگر ایک سے زیادہ لوگوں کو حکم بنایا گیاتو فیصلہ اس وقت نافذ ہوگاجب سب اس پر متفق ہوں۔ (۳۰)

(۸) حَکَم خصمین کی رضامندی کے بغیرکسی اور کو حَکَم نہیں بناسکتا۔ (۳۱)

(۹) اگر مختلف فیہ مسائل میں حَکَم نے اپنے مذھب کے خلاف کسی قول پر فیصلہ کیاتو اس کایہ فیصلہ نافذ شمار نہیں ہوگا۔ (۳۲)

(۱۰) حَکَم کے لیے فریقین میں سے کسی کو محبوس رکھنا جائز نہیں۔ (۳۳)

(۱۱) حَکَم فیصلہ کرنے سے پہلے کسی کیدعوت نہ کھائے اورنہ کسی سے تحفہ قبول کرے۔ (۳۴)

(۱۲) اگر خص مین یہ کہیں کہ ہمارا فیصلہ آج ہی کردو،یا فلاں مفتی سے پوچھ کراس کی روشنی میں فیصلہ کردو تویہ شرائط درست ہیں اور حَکَم کے لیے ان شرائط پر عمل کرناجائز ہے۔ (۳۵)

محکوم بہ یعنی فیصلے سے متعلق شرائط اوربنیادی احکام:

(۱) حقوق اللہ میں تحکیم درست نہیں یعنی حد زنا ،حد سرقہ اورلعان میں تحکیم درست نہیں۔

(۲) حقوق العباد میں تحکیم درست ہے،یعنی اموال ،طلاق،عتاق،نکاح اور چوری کے تاوان وغیرہ میں تحکیم درست ہے۔(۳۶)

(۳) قصاص میں احناف کے نزدیک صحیح قول کے مطابق تحکیم درست نہیں ہے۔

(۴) مجتہد فیہ مسائل میں اگرچہ تحکیم درست ہے لیکن عوام الناس کی لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے فقہاء نے اس پرفتویٰ دینے سے منع فرمایا ہیں۔ (۳۷)

(۵) تحکیم کافیصلہ لازمی ہوتا ہے متعدی نہیں۔لہذا اگرحَکَم قاتل اور مقتول کے ورثاء میں دیت پر فیصلہ کر دے تو عاقلہ کو اس سے انکار کا حق حاصل ہیں۔

(۶) جودیات اور ارش قاتل اورجنایت کرنے والا خود برداشت کرتا ہے ان سب میں تحکیم درست ہے۔

(۷) فیصلہ کرنے کے لیے حَکَم گواہی ،اقرار۔قسم اورنکول ہرایک کوبنیاد بناسکتا ہے۔

(۸) اگرفریقین میں سے ایک فریق حَکَم کے اصول وفروع یازوجہ پر مشتمل ہوتو ان کے حق میں فیصلہ کرنادرست نہیں البتہ ان کے خلاف فیصلہ کرنا درست ہے۔ (۳۸)

تحکیم کے ارکان:

تحکیم کا رکن ایجاب اور قبول ہے۔یعنی خصمین ثالث سے یہ کہیں کہ ہم نے آپ کو حَکَم بنایا ہے یا آپ ہمارے حَکَم ہیں یا ہم نے فیصلہ کرنے کا اختیار آپ کو سونپ دیا ہے۔اور ثالث اس کو قبول کرتے ہوئے کہے کہ ہاں مجھے منظور ہے یاکسی اور لفظ سے رضامندی اور قبول کا اظہار کرے۔ (۳۹)

تحکیم کا حکم:

فیصلہ کرنے سے پہلے تحکیم کی حیثیت محض جواز کی ہے یعنی فریقین میں سے کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے حَکَم کو معزول کرسکتا ہے،اور اس کا فیصلہ ماننے سے انکار کرسکتاہے البتہ فیصلہ کرنے کے بعد اس پر عمل کرنا واجب اورضروری ہے۔فیصلہ کرنے کے بعد قاضی کواس فیصلے پر نظرِثانی کر کے اس کی تائید اور تردید دونوں کا حق حاصل ہوتا ہے۔البتہ حَکَم کو ایک مرتبہ فیصلہ کرنے کے بعداپنے فیصلے سے رجوع کر کے دوسرا فیصلہ سنانا جائزنہیں۔(۴۰)

تحکیم کا دائرۂ کار:

احناف کے ہاں تحکیم اگرچہ جائز ہے،لیکن قضاء کی نسبت سے اس کی زیادہ حوصلہ افزائی کا حکم نہیں ہے۔وہ صرف اس لیے کہ تحکیم مجتہدات یعنی مختلف فیہا مسائل میں بھی درست ہے ایسا نہ ہو کہ خصمین اپنی سہولت کے لیے کسی جاہل کوحَکَم بنا کرمذہب اور تقلید کو مذاق بنائیں۔اس کے علاوہ تحکیم کو عام کرنے سے قاضی اور اسلامی عدالت کی رونق اور وقارماند پڑ جائیگا۔اور انتظامی امور پرحکومت کی دسترس سست پڑ جائے گی۔اور ہر علاقے کے شریف و معزز لوگ بذات خود حَکَم بننے کی کوشش کریں گے۔اگرچہ وہ تحکیم کے اصول ورموز اور شرعی قوانین سے جاہل ہوں گے۔یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے تحکیم کی صحت کے لیے درج ذیل سخت شرائط رکھے ہیں۔

(۱) حقوق اللہ میں تحکیم درست نہیں یعنی حد زنا ،حد سرقہ اورلعان میں تحکیم درست نہیں۔

(۲) حقوق العباد میں تحکیم درست ہے،یعنی اموال ،طلاق،عتاق،نکاح اور چوری کے تاوان وغیرہ میں تحکیم درست ہے۔

(۳) قصاص میں احناف کے نزدیک صحیح قول کے مطابق تحکیم درست نہیں ہے۔

(۴) مجتہد فیہ مسائل میں اگرچہ تحکیم درست ہے لیکن عوام الناس کی لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے فقہاء نے اس پرفتوی دینے سے منع فرمایاہیں۔

(۵) تحکیم کافیصلہ لازمی ہوتا ہے متعدی نہیں۔لہذا اگرحَکَم قاتل اور مقتول کے ورثاء میں دیت پر فیصلہ کر دے تو عاقلہ کو اس سے انکار کا حق حاصل ہیں۔

(۶) جودیات اور ارش قاتل اورجنایت کرنے والا خود برداشت کرتا ہے ان سب میں تحکیم درست ہے۔

(۷) فیصلہ کرنے کے لیے حَکَم گواہی ،اقرار۔قسم اورنکول ہرایک کوبنیاد بناسکتا ہے۔

(۸) اگرفریقین میں سے ایک فریق حَکَم کے اصول وفروع یازوجہ پر مشتمل ہوتو ان کے حق میں فیصلہ کرنادرست نہیں البتہ ان کے خلاف فیصلہ کرنا درست ہے۔

اوران سب شرائط کے ہوتے ہوئے بھی حَکَم کے فیصلے کوقاضی کے لیے قابل الفسخ بھی قرار دیا ہے۔ (۴۲)

خلاصہ:

قرآن کریم اور احادیث کی رو سے تحکیم نہ صرف جائزہے بل کہ کہی جگہ تحکیم کی تعلیم اورحکم موجودہے۔اللہ اور اس کے رسول ﷺکے ان تعلیمات کی وجہ سے لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے متعلق ایک نئے باب کا نہایت مفید اضافہ ہوتاہے، جس کے ذریعہ عدالت و حکومت تک پہنچنے سے پہلے ہی بہت سے مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ برادریوں کی پنچایت میں ہوسکتا ہے۔

دوسرے حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ باہم صلح کرانے کے لیے دو حَکَموں کے بھیجنے کی یہ تجویز صرف میاں بیوی کے جھگڑوں میں محدود نہیں، بل کہ دوسرے نزاعات میں بھی اس سے کام لیا جاسکتا ہے اور لینا چاہیے، خصوصاً جب کہ جھگڑنے والے آپس میں عزیز و رشتہ دار ہوں، کیوں کہ فیصلوں سے وقتی جھگڑا تو ختم ہوجاتا ہے، مگر وہ فیصلے دلوں میں کدورت و عداوت کے جراثیم چھوڑ جاتے ہیں جو بعد میں نہایت ناگوار شکلوں میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے قاصدوں کے لیے یہ فرمان جاری فرما دیا تھا کہ :

’’ رشتہ داروں کے مقدمات کو انہی میں واپس کردو تاکہ وہ خود برادری کی امداد سے آپس میں صلح کی صورت نکال لیں، کیوں کہ قاضی کا فیصلہ دلوں میں کینہ و عداوت پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ ‘‘

مصالحت کا حکم صرف زوجین کے لیے نہیں:

فقہاے حنفیہ میں سے قاضی قدس علاء الدین طرابلسی نے اپنی کتاب معین الحکام میں اور ابن شحینہ نے لسان الحکام میں اس فرمانِ فاروقی کو ایسے پنچایتی فیصلوں کی خاص بنیاد بنایا ہے جن کے ذریعہ فریقین کی رضامندی سے صلح کی کوئی صورت نکالی جائے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ فاروقی فرمان میں یہ حکم رشتہ داروں کے باہمی جھگڑوں سے متعلق ہے، مگر اس کی جو علت و حکمت اسی فرمان میں مذکور ہے کہ عدالتی فیصلے دلوں میں کدورت پیدا کردیا کرتے ہیں، یہ حکمت رشتہ دار اور غیر رشتہ داروں میں عام ہے، کیوں کہ باہمی کدورت اور عداوت سے سب ہی مسلمانوں کو بچانا ہے، اس لیے حکام اور قضاۃ کے لیے مناسب یہ ہے کہ مقدمات کی سماعت سے پہلے اس کی کوشش کرلیا کریں کہ کسی صورت سے ان کے آپس میں رضامندی کے ساتھ مصالحت ہوجائے۔ (۴۳) (۴۴)

غرض ان دو آیتوں میں انسان کی خانگی اور عائلی زندگی کا ایک ایسا جامع اور مکمل نظام ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر اس پر پورا عمل ہوجائے تو دنیا کے اکثر جھگڑے اور جنگ وجدال مٹ جائیں، مرد اور عورتیں سب مطمئن ہو کر اپنی خانگی زندگی کو ایک جنت کی زندگی محسوس کرنے لگیں اور خانگی جھگڑوں سے جو قبائلی اور پھر جماعتی اور ملکی جھگڑے اور جنگیں کھڑی ہوجاتی ہیں ان سب سے امن ہوجائے۔

ماضی میں گاؤں کی سطح پر مختلف نوعیت کے تنازعات کو نمٹانے کے لیے پنچایت کا نظام رائج تھا اور اس پنچایتی نظام کو قانون کی چھتری حاصل تھی‘ اس نظام کی وجہ سے عائلی‘ دیوانی اور فوجداری مقدمات ابتدائی مرحلے میں ہی پنچایت کے ذریعے نمٹ جاتے تھے‘ جو مقدمات عدالت تک جاتے‘ ان کے فیصلے کرنے بھی آسان ہو جاتے تھے کیوں کہ پنچایت کی رائے بھی موجود ہوتی تھی۔

اس پوری تحریر کا خلاصہ یہ کہ ہمیں مفت اور جلدی انصاف حاصل کرنیکے لیے مصالحتی عدالتوں سے فیض حاصل کرنا چاہیے۔کیوں کہ مصالحتی عدالتوں میں بہ آسانی آپسی صلح وسمجھوتے کی بنیاد پر فیصلے کیے جاتے ہیں جو دونوں فریقین کے لیے قابل قبول اور سود مند ہوتاہے۔

حوالہ جات:

۱۔(سورۃ النساء :۵۹)

۲۔(سورۃ النساء :۳۵)

۳۔بخاری محمد بن اسماعیل ،الجامع الصحیح،باب قول الامام لاصحابہ اذھبوا بنا نصلح، حدیث نمبر2693 (دارالفکربیروت )

۴۔بخاری محمد بن اسماعیل ،الجامع الصحیح،باب ما جاء فی الاصلاح بین الناس اذا تفاسدوا، حدیث نمبر2691(دارالفکربیروت )

۵۔ترمذی محمدبن عیسی ،ٰجامع الترمذی، باب ماجاء فی اصلاح ذات البین، حدیث نمبر 1939(مطبعۃ البابی حلب)

۶۔ترمذی محمدبن عیسی ،جامع الترمذی، باب فضل کل قریب ہین سھل، حدیث نمبر 2509(مطبعۃ البابی حلب)

۷۔ترمذی محمدبن عیسی ،جامع الترمذی، باب ما جاء فی المتھاجرین، حدیث نمبر 2023(مطبعۃ البابی حلب)

۸۔(سورۃ النساء :۵۹)

۹۔ترمذی محمدبن عیسی ،جامع الترمذی ،باب ماجاء فی القاضی ،حدیث نمبر:۱۳۳۱)(مطبعۃ البابی حلب)

۱۰(سورۃ النساء :۳۵)

۱۱۔ابو الفضل ،محمدبن مکرم ابن منظور،لسان العرب،ج ۲ص ۹۰۱مادہ ح،ک،م مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

۱۲۔الحصکفی محمد بن علی بن محمد بن عبد الرحمن الحنفی،الدرالمختار،کتاب القاضی،باب التحکیم ج۸ص۱۲۷(دارالکتب العلمیہ بیروت)

۱۳۔ایضاً

۱۴۔علی حیدر،دررالحکام شرح مجلۃ الاحکام،مادہ ۱۷۹۰ ج۴ ص۵۷۸(مکتبہ دارالعلم السعودیہ)

۱۵۔(سورۃ النساء :۳۵)

۱۶۔قرطبی ابوعبداللہ امام محمدبن احمدبن ابوبکر ج ۳ ص۱۸۴ (ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

۱۷۔بخاری محمد بن اسماعیل ،الجامع الصحیح،کتاب مناقب الانصار، حدیث نمبر3804 (دارالفکربیروت )

۱۸۔نسائی،ابو عبدالرحمان احمد ابن شعیب،حدیث ان اللہ ھوالحکم،ج ۸ ص۲۲۶(مکتبہ التجاریۃ بیروت)

۱۹۔الحنفی ،ابن الھمام کمال الدین محمد ابن عبدالواحد ،فتح القدیر،ج۵ص۴۹۸(دارالکتب العلمیہ بیروت)

۲۰۔ابن قدامہ ابو محمدموفق الدین،عبداللہ ابن محمد،المغنی،ج۱۰ ص۱۹۰(مکتبۃ القاہرہ مصر)

۲۱۔السرخسی،شمس الائمہ محمد ابن احمد،المبسوط،ج۲۱ ص۶۲(مکتبہ دارالمعرفۃ بیروت)

۲۲۔الحنفی ،ابن الھمام کمال الدین محمد ابن عبدالواحد ،فتح القدیر،ج۵ص۴۹۸(دارالکتب العلمیہ بیروت)

۲۳۔(سورۃ النساء :۳۵)

۲۴۔الحصکفی محمد بن علی بن محمد بن عبد الرحمن الحنفی،الدرالمختار،کتاب القاضی،باب التحکیم ج۸ص۱۲۶(دارالکتب العلمیہ بیروت)

۲۵۔الحنفی،زین الدین ابن نجیم،البحرالرائق ،کتاب الحوالہ باب التحکیم ج ۷ ص۴۶(دارالکتب العربیہ بیروت)

۲۶۔الشربینی،محمد بن محمد،مغنی المحتاج،کتاب القضاۃ،ج۴ص۳۷۹(دارالکتب العلمیہ بیروت)

۲۷۔الحصکفی محمد بن علی بن محمد بن عبد الرحمن الحنفی،الدرالمختار،کتاب القاضی،باب التحکیم ج۸ص۱۲۷(دارالکتب العلمیہ بیروت)

۲۸۔جماعۃ من علماء الھند،الفتاوی الھندیہ،کتاب القضاءالباب الرابع والعشرون فی التحکیم ج۳ص۳۷۹(مکتبہ دار صادر بیروت)

۲۹۔وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ،الموسوعۃ الفقھییۃ،مادہ تحکیم،ج۱۰ص۲۳۷(مکتبۃ الاوقاف کویت)

۳۰۔جماعۃ من علماء الھند،الفتاوی الھندیہ،کتاب القضاء الباب الرابع والعشرون فی التحکیم ج۳ص۳۷۹(مکتبہ دار صادر بیروت)

۳۱۔الحصکفی محمد بن علی بن محمد بن عبد الرحمن الحنفی،الدرالمختار،کتاب القاضی،باب التحکیم ج۸ص۱۲۹(دارالکتب العلمیہ بیروت)

۳۲۔الحصکفی محمد بن علی بن محمد بن عبد الرحمن الحنفی،الدرالمختار،کتاب القاضی،باب التحکیم ج۸ص۱۳۰(دارالکتب العلمیہ بیروت)

۳۳۔الحنفی،زین الدین ابن نجیم،البحرالرائق ،کتاب الحوالہ باب التحکیم ج ۷ ص۴۵(دارالکتب العربیہ بیروت)

۳۴۔وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ،الموسوعۃ الفقھییۃ،مادہ تحکیم،ج۱۰ص۲۴۰(مکتبۃ الاوقاف کویت)

۳۵۔الحنفی،زین الدین ابن نجیم،البحرالرائق ،کتاب الحوالہ باب التحکیم ج ۷ ص۴۷(دارالکتب العربیہ بیروت)

۳۶۔الحنفی،زین الدین ابن نجیم،البحرالرائق ،کتاب الحوالہ باب التحکیم ج ۷ ص۴۶(دارالکتب العربیہ بیروت)

۳۷۔الحصکفی محمد بن علی بن محمد بن عبد الرحمن الحنفی،الدرالمختار،کتاب القاضی،باب التحکیم ج۸ص۱۲۷(دارالکتب العلمیہ بیروت)

۳۸۔الزیلعی،فخرالدین عثمان ابن علی،تبین الحقائق شرح کنزالدقائق، باب القضاء ،ج۴ص۱۴۵(دارالفکربیروت )

۳۹۔داماد افندی ،عبداللہ ابن محمد ،مجمع الانھرفی شرح الملتقی الابحر،باب التحکیم،ج۲ص۱۹۹(العامرہ بیروت)

۴۰۔علی حیدر،دررالحکام شرح مجلۃ الاحکام،مادہ ۱۷۹۰ ج۴ ص۵۷۸(مکتبہ دارالعلم السعودیہ)

۴۱۔ابن عابدین،محمد اٰمین ابن عمر،ردالمحتارعلی الدرالمختارباب التحکیم کتاب القضاء ،ج ۸ ص۱۲۵(مکتبہ دارالعلم السعودیہ)

۴۲۔صدرالشریعۃ الاصغر،عبیداللہ ابن مسعود،شرح الوقایہ باب التحکیم ج۳ ص۱۳۶(رشیدیہ کوئٹہ)

۴۳۔الطرابلسی،ابوالحسن علاؤالدین علی بن خلیل،معین الحکام فیما یترددبین الخصمین من الاحکام ،ج۱ ص۱۲۵(مکتبہ قطر الوطنیہ)

۴۴۔الثقفی ،احمدابن محمدابوالولیدابن شحینہ ،لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام،ج۱ ص۹۵(مکتبہ قطر الوطنیہ)

1. \* ایم فل سکالر ، یونی ورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ [↑](#footnote-ref-1)